حضرت عبداللہ بن مبارک

ذیل کا مضمون ایڈیٹر برہان کی نئی کتاب "غلامان اسلام" سے ماخوذ ہے جو برہان سائز کے تقریباً پانسو صفحات پر عنقریب "ندوۃ المصنفین" کی طرف سے شائع ہونے والی ہے۔ اس مضمون سے اصل کتاب کی نوعیت وکیفیت کا اندازہ ہوسکیگا۔

نام ونسب | ابو عبدالرحمٰن کنیت، عبداللہ نام، والد کا نام مبارک تھا، جو بنو حنظلہ کے ایک شخص کے غلام تھے۔ مبارک اپنے آقا کے نہایت مطیع وفرمانبردار غلام اور پرہیزگار ومتقی تھے۔ اور اس درجہ دیانتدار تھے کہ ایک عرصہ سے اپنے آقا کے باغ میں اس کی حفاظت کا کام کرتے تھے لیکن اس کے باوجود وہ ترش اور شیریں انار میں امتیاز نہیں کرسکتے تھے۔ ایک مرتبہ اُن کے آقا نے ایک شیریں انار طلب کیا۔ اُنھوں نے ترش لیجا کر پیش کردیا۔ اس کے بعد دو ایک مرتبہ پھر ایسا ہی ہوا، تو آقا کو غصہ آگیا اور کہنے لگا "تجھ کو ترش اور شیریں انار کا بھی فرق معلوم نہیں" مبارک بولے "ہاں" آقا نے کہا "بھلا یہ کس طرح ہوسکتا ہے" اُنھوں نے جواب دیا "میں نے کوئی انار کھایا تھوڑی ہے جو مجھے ترش اور شیریں کی پہچان ہو" آقا نے کہا "تم نے کیوں اب تک کوئی انار نہیں کھایا" بولے "آپ نے مجھ کو اسکی اجازت کہاں دی ہے جو میں کھاتا" آقا نے اس بات کی تحقیق کی تو ثابت ہوا کہ مبارک نے جو کچھ کہا تھا درست تھا۔ اس شخص کو مبارک کی اس درجہ دیانتداری پر سخت حیرت ہوئی۔ اور اُس دن سے اُس کو ان کے ساتھ ایک گرویدگی پیدا ہوگئی[1]۔ اس کے ساتھ ایک اور واقعہ پیش آیا کہ مبارک کے آقا نے اپنی لڑکی کی شادی کرنی چاہی تو ان سے دریافت کیا "مبارک! میں اپنی بیٹی کی شادی کس سے کروں!" اُنھوں نے کہا "عہد جاہلیت میں لوگ حسب کی تلاش کرتے تھے۔ یہودیوں کو داماد بنانے کے لیے مالدار کی جستجو ہوتی تھی، اور

[1] ابن خلکان جلد ۱ ص ۲۴۸۔

لیکن اُمت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک دیندار ہونا شرطِ شادی سمجھا جاتا ہے" مبارک کے آقا کو ان کا یہ جواب بہت پسند آیا اور اُس نے اپنی بیوی سے کہا، "میری بیٹی کا شوہر بننے کے لئے مبارک سے زیادہ مناسب کوئی اور شخص نہیں ہے"۔ آخر کار میاں بیوی دونوں راضی ہوگئے اور اس لڑکی کی شادی مبارک سے کر دی گئی۔[1]

ولادت | حضرت عبداللہ اسی بیوی کے بطن سے مرو میں ۱۱۸ھ میں پیدا ہوئے اور اسی نسبت سے "مروزی" کہلائے۔

تعلیم و تربیت | ایک دیندار گھرانہ میں پیدا ہونے کے باعث حضرت عبداللہ سے آثارِ کمال و ترقی بچپن سے ہی ظاہر ہونے لگے تھے۔ انھیں طلبِ علم کا اتنا شوق تھا کہ کم عمری میں بھی اس مقصد کے لئے سفر کرنے سے باز نہیں آتے تھے[2]۔ امام احمد بن حنبل فرماتے تھے۔

"ابن مبارک کے زمانہ میں اُن سے زیادہ طلب علم کرنے والا کوئی نہیں تھا"

ابو اسامہ شہادت دیتے ہیں "میں نے دنیا میں عبداللہ بن مبارک سے زیادہ طلب علم کا جذبہ رکھنے والا کوئی شخص نہیں دیکھا[3]" انھیں طلب علم کے شوق میں اپنی حیثیت کی بھی پرواہ نہیں ہوتی تھی ہر چھوٹے اور بڑے سے علم حاصل کرتے تھے (تہذیب الاسماء ج ا ص ۲۸۶)

علم و فضل | اس شوق ذوق اور محنت و جستجو کا نتیجہ یہ ہوا کہ انھیں ہر علم و فن میں کمال حاصل ہو گیا بڑے بڑے ائمہ عصر ان کی جامعیت علوم و فنون اور مہارت کا اعتراف کرتے تھے۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں "ابن مبارک امام حافظ، علامہ، شیخ الاسلام، فخر المجاہدین، قدوۃ الزاہدین تھے[4]" عجلی انھیں "جامع للعلم" بتاتے ہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں۔

[1] شذرات الذہب جلد ا صفحہ ۲۹۶
[2] تذکرۃ الحفاظ جلد ا صفحہ ۲۵۳
[3] تہذیب التہذیب جلد ۵ صفحہ ۳۸۴
[4] تذکرۃ الحفاظ جلد ا صفحہ ۲۵۳

كانَ فيه خصال لم تجتمع في احد من اهل العلم في زمانه في الارض كلها[1] | ابن مبارک میں اہل علم کے لئے خصائل جمع ہو گئے تھے کہ اُن کے زمانہ میں تمام روئے زمین پر کسی میں مجتمع نہیں ہوئے تھے۔

امام نووی فرماتے ہیں "عبداللہ بن مبارک کی امامت وجلالت پر سب کا اتفاق ہے وہ تمام چیزوں کے امام تھے ان کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی تھی اور اُن کی محبت کی وجہ سے بخشش کی توقع کی جاتی تھی"[2] علامہ ابن سعد لکھتے ہیں "ابن مبارک نے علم طلب کیا۔ روایات کثیرہ بیان کیں علم کے مختلف ابواب وانواع پر بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ زہد میں اور ترغیب جہاد میں اشعار کہے علم کثیر کی سماعت کی۔ وہ معتبر تھے۔ مقتدا، حجت۔ اور کثیر الحدیث تھے"[3]

حدیث | حدیث ان کا خاص فن تھا اس کے لئے اُنھوں نے شام۔ مصر۔ یمن۔ حجاز اور عراق کے طویل و دشوار سفر کئے۔ اور اُس زمانہ کے جلیل القدر ائمہ حدیث سے استفادہ کیا۔ چنانچہ ان کے شیوخ کی فہرست بہت طویل ہے جس میں سے چند نام یہ ہیں۔

شیوخ | سلیمان التیمی سلیمان الاعمش۔ حمید الطویل۔ عبداللہ بن عون۔ یحییٰ بن سعید الانصاری موسیٰ بن عقبہ۔ ابن جریج۔ مالک بن انس۔ سفیان الثوری۔ شعبہ۔ اوزاعی۔ ابوعوانہ۔ زہیر بن معاویہ[4]

مہارت فن | ان اکابر امت کے فیض التفات اور خود اپنے ذاتی ذوق وشوق کے باعث عبداللہ ابن مبارک حدیث کے دریائے بیکراں بن گئے۔ اُن کی مہارت و امامت کی شہرت دور دور پہونچ چکی تھی اور بعض وہ امام جن سے سماع حدیث کا اشتیاق ابن مبارک رکھتے تھے خود اُن کی حدیثیں سننے کے مشتاق رہتے تھے۔ احمد بن سنان کا بیان ہے "عبداللہ بن مبارک پہلی مرتبہ

[1] تہذیب التہذیب جلد ۵ صفحہ ۳۸۶
[2] تہذیب الاسماء جلد ۱ صفحہ ۲۸۵
[3] تہذیب الاسماء جلد ۱ صفحہ ۲۸۶
[4] تاریخ خطیب بغدادی جلد ۱۰ صفحہ ۱۵۲

حماد بن زید کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے پوچھا "آپ کہاں سے آرہے ہیں؟" بولے "خراسان سے" پوچھا "خراسان کے کس شہر سے"؟ جواب دیا "مرو سے" پھر دریافت کیا "وہاں ایک شخص ہیں جن کا نام عبداللہ بن مبارک ہے، آپ انھیں بھی جانتے ہیں؟ کہا "ہاں جانتا ہوں" پوچھا "وہ کس طرح ہیں؟" بولے "ابن مبارک ہی تو اس وقت آپ سے خطاب کر رہا ہے" حماد بن زید یہ سن کر بیتاب ہوگئے ان کو سلام کیا اور مرحبا کہا۔[1]

ابن مہدی کہتے تھے "ائمہ چار ہیں امام مالک۔ ثوری۔ حماد بن زید۔ اور ابن مبارک۔ شعیب بن حرب کا بیان ہے "ابن مبارک جیسا کوئی شخص نہیں تھا" شعبہ کا بیان ہے "ہمارے پاس ابن مبارک ایسا کوئی بزرگ نہیں آیا۔ ابو اسامۃ انھیں "امیرالمومنین فی الحدیث" بتاتے ہیں۔ شعیب بن حرب نے ایک مرتبہ کہا "میں نے ہر چند یہ چاہا کہ سال میں تین دن کے لئے ابن مبارک جیسا بن جاؤں لیکن نہ بن سکا"[2]

ایک مرتبہ یحییٰ بن معین کے سامنے کسی نے ابن مبارک کا ذکر کیا تو فرمایا "سید من سادات المسلمین" فضیل کہتے ہیں "رب کعبہ کی قسم میری آنکھوں نے ابن مبارک جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا"[3]

اصحاب حدیث میں اگر کبھی اختلاف ہوتا تو ابن مبارک کی طرف رجوع کرتے تھے

نضالۃ النوسی کہتے ہیں "میں کوفہ کے علما حدیث کے پاس اٹھتا بیٹھتا تھا۔ ان حضرات میں اگر کسی حدیث سے متعلق نزاع ہوتا تھا تو یہ کہتے تھے "چلو حدیث کے اس طبیب کے پاس چلیں اور اس حدیث کے بارہ میں پوچھیں۔ یہ طبیب عبداللہ بن مبارک تھے"[4]

قوتِ حافظہ حدیث کے لئے قوت حافظہ شرط اولین ہے۔ عبداللہ بن مبارک کو قدرت نے اس

---

[1] تاریخ خطیب بغدادی جلد ۱۰ صفحہ ۱۵۴ [2] تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ صفحہ ۲۵۴
[3] تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ صفحہ ۲۵۵ [4] تاریخ خطیب بغدادی جلد ۱۰ صفحہ ۱۵۶

نعمت سے بھی حصہ عطا فرمایا تھا۔ صخر حضرت عبداللہ بن مبارک کے ایک دوست تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ بچپن میں ایک مرتبہ میں اور ابن مبارک دونوں ایک مقام سے گذر رہے تھے۔ وہاں دیکھا کہ ایک شخص خطبہ دے رہا ہے۔ خطبہ طویل تھا ہم دونوں سنتے رہے۔ خطبہ کے ختم پر ابن مبارک بولے "مجھ کو یہ خطبہ یاد ہو گیا ہے" جماعت میں سے کسی شخص نے یہ فقرہ سن لیا۔ بولا "ذرا اچھا سناؤ"، ابن مبارک نے فوراً وہ خطبہ از اول تا آخر سنا دیا۔[1]

احتیاط اس علم و فضل اور قوتِ حافظہ کے باوجود وہ محتاط اس قدر تھے کہ محض حافظہ سے روایت نہیں کرتے تھے بلکہ کتاب دیکھ کر روایت کرتے تھے کسی نے اُن سے پوچھا "ابوعبدالرحمن آپ احادیث یاد کرتے ہیں؟" یہ سنتے ہی رنگ بدل گیا۔ اور فرمایا "میں نے کبھی کوئی حدیث یاد نہیں کی ہے میں کتاب اٹھاتا ہوں اور اس میں غور و خوض کرتا ہوں۔ پھر جو روایت مجھ کو پسند ہوتی ہے وہ خود بخود دل میں بیٹھ جاتی ہے۔"[2]

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں "ابن مبارک صاحبِ حدیث اور حافظِ حدیث تھے اور کتاب سے حدیث بیان کرتے تھے۔"[3] ابن معین کا بیان ہے کہ "وہ ثقہ اور ثبت فی الحدیث تھے، ان کی کتاب میں جو احادیث درج تھیں ان کی تعداد ۲۰ ہزار کے قریب تھی۔"

ابن مبارک نے اپنی کتاب میں منتخب احادیث کا ایک ایسا ذخیرہ جمع کیا تھا کہ جو روایت اس میں نہیں ملتی تھی لوگ اس سے مایوس ہو جاتے تھے۔[4]

حدیث سے شغف حدیث سے شغف کا یہ عالم تھا کہ علی بن الحسن بن شقیق کا بیان ہے کہ "ایک مرتبہ سردی کی رات میں ابن مبارک (غالباً عشاء کی نماز پڑھ کر) مسجد سے نکل رہے تھے کہ دروازہ پر

---

[1] خطیب بغدادی جلد ۱۰ صفحہ ۱۶۵ و ۱۶۶
[2] تاریخ خطیب بغدادی جلد ۱۰ صفحہ ۱۶۵
[3] تہذیب التہذیب جلد ۵ صفحہ ۳۰۵
[4] تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ صفحہ ۲۵۴

مجھ سے ملاقات ہوئی اور ایک حدیث پر گفتگو ہونے لگی۔ اس گفتگو میں اتنی طوالت ہوئی کہ فجر کی نماز کا وقت آگیا اور موذن نے اذان دینی شروع کر دی۔[۱]

اسی شغف بالحدیث کی وجہ سے وہ باہر کم نکلتے تھے زیادہ تر گھر ہی میں بیٹھے ہوئے احادیث و آثار کا مطالعہ کرتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ کسی نے پوچھا: آپ کو مکان میں تنہا بیٹھے رہنے سے وحشت نہیں ہوتی؟ فرمایا، "بھلا وحشت مجھ کو کس طرح ہوسکتی ہے جبکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے ساتھ ہوتا ہوں۔"[۲]

نااہلوں سے اجتناب نااہل لوگوں کے سامنے حدیث روایت نہیں کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک ہاشمی شخص حضرت ابن مبارک کے پاس آیا اور روایت حدیث کی درخواست کی آپ نے انکار کر دیا۔ ہاشمی نے اپنے ملازم سے کہا "چلو" اور سواری پر بیٹھ کر جانے لگا۔ ابن مبارک نے فوراً اٹھ کر رکاب تھام لی۔ ہاشمی بولا "ابن مبارک! آپ حدیث تو سناتے نہیں اور یوں میری رکاب تھام رہے ہیں"۔ فرمایا "میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ تمہارے لئے اپنے بدن کو ذلیل کر دوں۔ لیکن حدیث تمہاری خاطر ذلیل کرنا نہیں چاہتا۔"[۳]

اسناد کا اہتمام روایت کے معاملہ میں اسناد کا بڑا اہتمام کرتے تھے۔ مسیب بن واضح کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ لوگوں نے ابن مبارک سے دریافت کیا کہ "ہم کس سے علم حاصل کریں"؟ فرمایا "ان لوگوں سے جنھوں نے علم محض اللہ کے لئے طلب کیا ہو اور اسناد کے معاملہ میں سخت ہوں۔ کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص کی ملاقات کسی ثقہ سے ہوتی ہے۔ لیکن اس کی ملاقات غیر ثقہ سے ہوتی ہے وہ روایت کر بیٹھتا ہے اور کبھی اس کے برعکس ہوتا ہے۔ روایت کا ثقہ عن ثقہ مروی ہونا ضروری ہے۔"[۴]

---

[۱] تذکرۃ الحفاظ جلد ا صفحہ ۲۵۵ — [۲] تاریخ بغدادی جلد ۱۰ ص ۱۵۴

[۳] تذکرۃ الحفاظ جلد ا صفحہ ۲۵ — [۴] تذکرۃ الحفاظ جلد ا صفحہ ۲۵۵

فقہ | فقہ میں بھی بڑا کمال رکھتے تھے حافظ ابن حجر۔ علامہ ذہبی۔ امام نووی، ابن عماد حنبلی سب اُنکو "فقیہہ" لکھتے ہیں۔ امام مالک فرماتے تھے "یہ ابن مبارک خراسان کے فقیہہ ہیں[۱]"، ابن شماس کہتے تھے "میں نے سب سے بڑے فقیہہ کو دیکھا ہے اور سب سے بڑے متقی کو بھی، اور سب سے زیادہ قوی حافظہ رکھنے والے کو بھی۔ سب سے بڑے فقیہہ ابن مبارک ہیں"۔

حضرت عبداللہ بن مبارک کی موجودگی میں بڑے بڑے معتمد علماء و فقہاء مسئلہ بتانے سے احتراز کرتے تھے۔ ایک دفعہ کسی شخص نے حضرت سفیان ثوری سے کوئی مسئلہ پوچھا تو آپ نے دریافت کیا کہ تم کہاں سے آئے ہو"؟ بولا "میں اہل مشرق میں سے ہوں" آپ نے فرمایا "کیا تمہارے پاس مشرق کا سب سے بڑا عالم نہیں ہے؟" اُس شخص نے کہا "وہ کون ہیں؟" بولے "عبداللہ بن مبارک"، یہ سُن کر سائل نے تعجب سے کہا "تو کیا ابن مبارک مشرق کے سب سے بڑے عالم ہیں"؟ حضرت ثوری نے جواب دیا "ایک مشرق ہی کیا وہ تو مغرب کے بھی سب سے بڑے عالم ہیں[۲]"۔

جامعیت | ابن مبارک علمی و عملی کمالات کا ایک ایسا گلدستہ سدابہار تھے کہ اُن کی جس کسی خصلت کو دیکھا جاتا نگاہِ تجسس محو حیرت ہو کر رہ جاتی تھی اور بے ساختہ زبان سے یہ شعر نکل جاتا تھا ؎

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا است

عموماً دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ ارباب درس و تدریس اور اصحاب علم و فضل ہوتے ہیں "بادہ مرد افگن جنگ" کے حریف بننے کی تاب اُن میں کم ہوتی ہے، اور جو لوگ کتاب بینی میں زیادہ وقت گزارتے ہیں اُن کے گھوڑے میدان غزا میں سرپٹ نہیں دوڑتے۔ لیکن ابن مبارک کی ذات بیک وقت تمام علمی و عملی کمالات کی جامع تھی۔ عباس بن مصعب کہتے ہیں "ابن مبارک حدیث۔ فقہ۔ عربیت

۱؎ تہذیب التہذیب جلد ۵ صفحہ ۳۸۷ ۲؎ تاریخ خطیب بغدادی جلد ۱۰ صفحہ ۱۶۲

ایام رجال، بہادری، سخاوت، تجارت، ہردلعزیزی ان تمام کے جامع تھے[1]۔ حسن بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ، ایک دفعہ عبداللہ بن مبارک کے اصحاب جمع ہوئے اور انھوں نے کہا کہ آؤ ابن مبارک کے خصائل وشمائل کو شمار کریں۔ چنانچہ انھوں نے بالاتفاق کہا ابن مبارک کی ذات ستودہ صفات میں علم، فقہ، ادب، نحو، لغت، شعر، فصاحت، زہد، تقویٰ، خموشی، قیام لیل، عبادت، حج، غزوہ، شہسواری، شجاعت، تندرستی، دولتمندی، فضول اور لغو باتوں سے اجتناب، اپنے ساتھیوں سے اختلاف کم کرنا، یہ تمام صفات جمع تھیں[2]۔ حافظ ذہبی بڑے پُر اشتیاق انداز میں لکھتے ہیں، "خدا کی قسم! میں عبداللہ بن مبارک سے محبت فی اللہ کرتا ہوں اور اُمید کرتا ہوں کہ انکے ساتھ محبت رکھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھ کو بھلائیاں عطا فرمائے گا کیونکہ اللہ نے انکو پرہیزگاری، عبادت، اخلاص، جہاد، وسعت علم، پختہ یقینی، ہمدردی، غمگساری، مروت اور دوسری صفات حمیدہ سے متصف کیا ہے[3]"

ان کی اس شان جامعیت کے باعث ابو اسحاق الغزاری انھیں "امام المسلمین" کہتے تھے[4]۔

مرجوعۂ ملاقات حضرت عبداللہ بن مبارک کے فضل وکمال کی شہرت دور دور پہونچ چکی تھی۔ لوگ ان کی زیارت وملاقات کے لئے بے چینی کے ساتھ کسی مناسب موقع کے منتظر رہتے تھے عبدالرحمن بن یزید کا بیان ہے کہ ایک دفعہ امام اوزاعی نے ان سے پوچھا، تم نے کبھی عبداللہ بن مبارک کو بھی دیکھا ہے؟" انھوں نے کہا، "نہیں"، فرمایا

لو رأیتہ لقرّت عینک[5] اگر تم انھیں دیکھ لیتے تو تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں

[1] تہذیب الاسماء جلد ا صفحہ ۲۸۵
[2] تہذیب التہذیب جلد ۵ صفحہ ۳۸۵
[3] تذکرۃ الحفاظ جلد ا صفحہ ۲۵۴
[4] خطیب بغدادی جلد ۱۰ صفحہ ۱۶۳
[5] خطیب بغدادی جلد ۱۰ صفحہ ۱۵۷

وہ جدھر جاتے تھے ارادت مندوں اور عقیدت گساروں کا جمگھٹا لگ جاتا تھا۔ ایک مرتبہ مشہور عباسی خلیفہ ہارون الرشید رقہ میں فروکش تھا کہ اسی اثناء میں حضرت عبداللہ بن مبارک کے یہاں تشریف لانے کی خبر پہونچی۔ اس خبر کے مشہور ہوتے ہی لوگ بے تحاشا دوڑ پڑے اور ایسی بھاگ دوڑ مچی کہ بہیروں کی جوتیاں ٹوٹ گئیں۔ ہزاروں آدمی استقبال کے لئے شہر سے باہر نکل پڑے تھے فضا پر غبار چھا گیا۔ ہارون رشید کی ایک حرم (ام ولد) نے محل کے برج پر سے جو یہ تماشا دیکھا تو پوچھا، یہ کیا معاملہ ہے؟" حاضرین نے کہا، "خراسان کے ایک عالم جن کا نام عبداللہ بن مبارک ہے رقہ آرہے ہیں"۔ بولی، "بخدا! بادشاہ تو یہ ہیں۔ بھلا ہارون کیا بادشاہ ہے جو پولیس اور سپاہیوں کے بغیر لوگوں کو جمع کرہی نہیں سکتا"[1]

جب حضرت عبداللہ بن مبارک مرو سے روانہ ہوئے تو اہل مرو کو آپ کی جدائی کا سخت رنج وقلق ہوا۔ ایک شاعر نے ان لوگوں کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا

اذا سار عبدُ اللہ من مروَ لیلۃً فقد سار منہا نورہا وجمالُہا

اذا ذکر الاحبارُ فی کلِّ بلدۃٍ فہم اَنجُمٌ فیہا وانت ہلالُہا

ترجمہ:- عبداللہ رات کے وقت مرو سے روانہ ہوئے تو گویا مرو کا تمام نور و جمال وہاں سے چلا گیا۔ ہر شہر کے بڑے بڑے علماء کا اگر ذکر کیا جائے تو وہ سب ستارے ہونگے اور اے ابن مبارک آپ ان میں ہلال کی طرح چمکتے ہوں گے۔[2]

علماء میں وقعت عامۃ الناس کا کیا ذکر، بڑے بڑے ائمہ اور اساتذۂ حدیث وفقہ ان کا غایت درجہ احترام کرتے تھے اور ان کے استقبال ومشایعت کو اپنا فریضۂ عقیدت مندی سمجھتے تھے۔ عبداللہ بن سنان کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک مکہ سے روانہ ہوئے تو سفیان بن عیینہ اور

[1] تاریخ ابن خلکان جلد ۱ صفحہ ۲۴۰ [2] شذرات الذہب جلد ۱ صفحہ ۲۹۶

فضیل بن عیاض اُن کی مشایعت کے لئے دور تک ساتھ گئے۔ ان میں سے ایک نے ابن مبارک کی طرف اشارہ کرکے کہا "یہ فقیہ اہل مشرق ہیں" دوسرے نے کہا "اور فقیہ اہلِ مغرب بھی"[۱] یحییٰ بن یحییٰ الاندلسی کہتے ہیں "ایک مرتبہ ہم امام مالک کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ابن مبارک آگئے۔ اُنھوں نے شرکتِ مجلس کی اجازت چاہی۔ امام مالک نے اجازت دیدی۔ وہ تشریف لائے تو امام مالک نے اپنی طرزِ نشست کو بدل دیا اور حضرت ابن مبارک کو اپنے پاس بٹھایا" یحییٰ کا بیان ہے کہ امام مالک کسی شخص کے لئے بھی اپنی مجلس میں تبدیلی پیدا نہیں کرتے تھے"[۲]

حسنِ ادب ابن مبارک حسنِ ادب کے جوہر سے بھی حصہ وافر رکھتے تھے۔ اُن کے سامنے اگر کوئی قرات حدیث کرتا تھا تو وہ اُس سے کسی عبارت کو دوبارہ نہیں پڑھواتے تھے بلکہ خاموشی کے ساتھ سنتے رہتے تھے۔ ابن مہدی کا بیان ہے ابن المبارک آدب عند نامن الثوری[۳]۔ ایک دفعہ امام مالک حدیث کا درس دے رہے تھے جس میں ابن مبارک بھی اتفاقاً شریک ہوگئے تھے۔ ایک تلمیذ قرارت کر رہا تھا۔ اس درس میں متعدد مواقع پر امام مالک نے حضرت ابن مبارک سے بعض حدیثوں اور مسائل کی نسبت دریافت کیا کہ اُن کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں۔ وہ ازراہِ حسنِ ادب چپکے چپکے جوابات دیتے رہے۔ امام مالک کو حضرت ابن مبارک کے اس ادب پر بڑا تعجب ہوا اور جب وہ چلے گئے تو فرمایا یہ ابن مبارک فقیہ خراسان تھے"[۴]

عبادت ان علمی و اخلاقی کمالات کے ساتھ عبادت گذار بھی بہت تھے نعیم بن حماد کہتے ہیں "میں نے ابن مبارک سے زیادہ نہ تو کوئی عقلمند دیکھا ہے اور نہ اُن سے زیادہ کوئی عبادت گذار دیکھا"[۵]

---

[۱] تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ صفحہ ۲۵۶
[۲] تہذیب التہذیب جلد ۵ صفحہ ۳۸۶
[۳] تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ صفحہ ۲۵۵
[۴] تہذیب التہذیب جلد ۵ صفحہ ۳۸۷
[۵] تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ صفحہ ۲۵۵

خوفِ خدا اُن پر خوفِ خدا کا غلبہ اس درجہ تھا کہ زہد سے متعلق احادیث یا آیات پڑھتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ ذبح کئے ہوئے بیل ہیں ہچکی بندھ جاتی تھی اور وہ بولنے پر بالکل قادر نہیں ہوتے تھے۔[۱]

فصاحت فصاحت کا کمال بھی اُن میں اس قدر تھا کہ تمام علماء عصر اس کا اعتراف کرتے تھے۔ ابن جریج تو یہاں تک کہتے ہیں کہ میں نے ابن مبارک سے بڑا کوئی عراقی فصیح نہیں دیکھا۔[۲]

شاعری اپنے علمی و مذہبی مشاغل کے ساتھ کبھی کبھی شعر کہہ لیا کرتے تھے لیکن ان میں عام شاعری سے الگ حکمت و نصیحت کی باتیں بیان کرتے تھے۔ اُن کا نمونہ کلام یہ ہے"

قد یفتح المرءُ حانوتاً لمتجرہ ۔۔۔ وقد فتحتَ لک الحانوت بالدین

بین الاساطینِ حانوتٌ بلا غلقٍ ۔۔۔ تبتاع بالدین اموال المساکین

صَیّرتَ دینک شاھیناً تصید بہا ۔۔۔ ولیس یفلح اصحاب الشواھین[۳]

ترجمہ:۔ (۱) لوگ تجارت کے لئے دکانیں کھولتے ہیں لیکن تو نے دین کی دکان کھول رکھی ہے

(۲) بڑے بڑے ستونوں کے درمیان تیری دوکان ہے جو بند ہی نہیں ہوتی اور جس کے ذریعہ دین کے مسکینوں کے اموال خریدے جاتے ہیں۔

(۳) تو نے (اے دین فروش) اپنے دین کو شاہین بنا رکھا ہے جس سے تو شکار کرتا پھرتا ہے اور ہاں! شاہین باز لوگوں کی فلاح نہیں ہوتی۔

تجارت غایت خودداری کی وجہ سے وہ علم و زہد کو اپنا ذریعہ معاش بنانا نہایت معیوب خیال کرتے تھے۔ اس بنا پر اُن کا ذریعہ معاش تجارت تھا اور اُس میں اُن کو جو نفع ہوتا تھا اُس کا

---

[۱] تہذیب التہذیب جلد ۵ صفحہ ۳۸۶ [۲] تہذیب التہذیب جلد ۵ صفحہ ۳۸۶

[۳] ابن خلکان جلد ۱ صفحہ ۲۴۲

اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ فضیل بن عیاض کی روایت کے مطابق وہ ایک لاکھ درہم سالانہ فقراء پر تقسیم کرتے تھے[1]

تجارت کا مقصد | لیکن ان کی تجارت کا مقصد سرمایہ دار بن کر اپنے لئے بیش از بیش سامان آسائش فراہم کرنا نہیں تھا بلکہ وہ اس نکتہ کو اچھی طرح سمجھتے تھے کہ علم کی حقیقی وقعت اُس وقت تک نہیں ہوتی جب تک کہ صاحب علم کو اپنی کسی معاشی ضرورت میں ابنا روزگار میں سے کسی کی طرف احتیاج نہ ہو جیسا کہ کسی فارسی شاعر نے کہا ہے۔

مرا بتجربہ معلوم گشت آخر حال　　　کہ قدر مرد بعلم ست و قدر علم بمال

اور ایک عربی شاعر کہتا ہے۔

ومزری بعقل المرء قلة ماله　　　وان کان اسریٰ من رجال واحولا

ترجمہ:- کوئی شخص خواہ کتنا ہی بڑا سردار اور تدبیر کرنے والا ہو لیکن اگر وہ قلیل المال ہے تو لوگ بات بات پر اُس کی عقل کو بٹہ لگاتے ہیں۔

چنانچہ ایک دفعہ فضیل نے اُن سے دریافت کیا کہ آپ ہم کو تو زہد اور قوت لایموت پر قانع رہنے کا حکم کرتے ہیں لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ آپ خود خراسان سے قیمتی قیمتی سامان تجارت لاتے ہیں اور اسے بلدۂ حرام میں فروخت کرتے ہیں۔ آخر یہ کیوں ہے؟" فرمایا "اے ابوعلی! میں یہ اس لئے کرتا ہوں کہ مال کے ذریعہ اپنی آبرو محفوظ رکھوں اور اُس کی مدد سے خدا کی اطاعت زیادہ سے زیادہ کروں اور تاکہ میں خدا کا جو حق اپنے ذمہ واجب دیکھوں اُس کی طرف سبقت کرکے اُسے ادا کرسکوں۔ فضیل نے کہا "ابن مبارک! سبحان اللہ! اس مقصد نیک کا کیا کہنا۔ اگر یہ پورا ہو سکے"[2] غالباً اسی عام مسلمانوں کی خیر خواہی و خیر اندیشی کی وجہ سے ابن مہدی

[1] تہذیب التہذیب جلد ۵ صفحہ ۳۸۶　　　[2] خطیب بغدادی جلد ۱۰ صفحہ ۱۶۰

کہا کرتے تھے "میں نے اس اُمت کا خیرخواہ ابن مبارک سے زیادہ کوئی اور شخص نہیں دیکھا"[1]

علمار کی خدمت حضرت ابن مبارک یوں تو اپنا تمام مال کارہائے خیر میں صرف کرتے تھے لیکن علمار وطلبار دین کی مالی خدمت کا خصوصیت سے بڑا اہتمام کرتے تھے۔ چنانچہ علی بن الحسن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن مبارک نے فضیل بن عیاض سے جو اُن کے تلمیذ تھے فرمایا "اگر تم اور تمہارے ساتھی نہ ہوتے تو میں تجارت نہ کرتا"[2] بعض لوگ اس پر اعتراض کرتے تھے کہ ابن مبارک خاص اپنے اہل وطن پر اتنا مال تقسیم نہیں کرتے جتنا کہ وہ دوسرے شہروں میں تقسیم کرآتے ہیں ابن مبارک کو اس اعتراض کی خبر ہوئی تو انہوں نے فرمایا "میں جن علماء اور طلبار پر اپنا مال خرچ کرتا ہوں میں جانتا ہوں کہ وہ کیسے ارباب فضل وصدق ہیں۔ ان لوگوں نے علم حدیث حاصل کیا، اور اس میں پوری محنت وسعی سے کام لیا، لیکن ان کی ضرورتیں بھی ویسی ہیں جو عام لوگوں کی ہوتی ہیں اس لئے اگر ہم ان کو چھوڑ دیں تو یہ اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے میں لگ جائیں گے اور علم ضائع ہوجائیگا اس کے برخلاف اگر ہم نے ان کو غنی کردیا تو یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں علم کی اشاعت کریں گے اور نبوت کے بعد میرے نزدیک اشاعت علم سے افضل کوئی چیز نہیں ہے"[3]

ارباب حوائج کی امداد علمار و طلبار کے علاوہ عام حاجت مند لوگوں کی امداد بھی بڑی فراخ حوصلگی سے کرتے تھے سلمۃ بن سلیمان کا بیان ہے کہ "ایک شخص عبداللہ بن مبارک کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں مقروض ہوں آپ میری طرف سے قرض ادا کردیجئے، آپ نے فوراً اپنے وکیل کو لکھ دیا کہ اس شخص کا قرض ادا کردیا جائے۔ یہ شخص خط لے کر وکیل کے پاس گیا تو اس نے پوچھا "تم نے عبداللہ بن مبارک سے کتنی رقم طلب کی تھی؟" بولا سات سو درہم۔ اب اُس وکیل نے حضرت

[1] خطیب بغدادی جلد ۱۰ صفحہ ۱۶۱ [2] تہذیب التہذیب جلد ۵ صفحہ ۳۸۶
[3] خطیب بغدادی جلد ۱۰ صفحہ ۱۶۰

ابن مبارک کو لکھا کہ یہ شخص تو سات سو درہم کا مقروض ہے اور اسی کا آپ سے اس نے مطالبہ کیا تھا۔ لیکن آپ لکھتے ہیں کہ اس کو سات ہزار درہم دیدیئے جائیں درآنحالیکہ غلات بھی ختم ہوگئے ہیں“ ابن مبارک نے جواب میں لکھا ”اگر غلات ختم ہوگئے ہیں تو کیا مضائقہ ہے عمر بھی ایک دن یونہی ختم ہوجائے گی اب جو کچھ میرے قلم سے نکل گیا ہے تم اس پر عمل کرو“[1]

ایک اور واقعہ اس سے بھی زیادہ عجیب ہے محمد بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک طرسوس بہت آتے جاتے تھے۔ راستہ میں رقہ پڑتا تھا وہاں ایک سرائے میں قیام کرتے تھے یہاں ایک نوجوان تھا جو سرائے میں قیام کی مدت میں حضرت عبداللہ بن مبارک کی خدمت کرتا ان کی ضرورتوں کا خیال رکھتا تھا۔ اور ان سے حدیث کا سماع کرتا تھا۔ ایک دفعہ اتفاق ایسا ہوا کہ ابن مبارک رقہ کی سرائے میں حسب معمول قیام پذیر ہوئے تو آپ کو وہ نوجوان نہیں ملا۔ دریافت کرنے پر پتہ چلا کہ قرض کی وجہ سے گرفتار کرکے جیل خانہ بھیجدیا گیا ہے۔ آپ نے پوچھا وہ کتنی رقم کا مقروض ہے؟“ لوگوں نے بتایا دس ہزار درہم کا آپ نے تلاش کے بعد صاحب قرض کو رات کے وقت بلایا اور کہا کہ تم اپنے دس ہزار درہم مجھ سے لے لو اور اُس نوجوان کو رہا کردو۔ یہ خطیر رقم ادا کرنے کے بعد حضرت ابن مبارک شب میں ہی یہاں سے روانہ ہوگئے۔ وہ نوجوان رہا ہوا تو لوگوں نے اسے بتایا کہ حضرت ابن مبارک اس سرائے میں ٹھیرے ہوئے تھے۔ اور اب تک وہ غالباً دو تین منزل پہونچے ہونگے۔ یہ سُن کر نوجوان بھاگا اور آخر کار دو تین منزل کی مسافت پر انھیں پالیا۔ حضرت ابن مبارک نے اُس نوجوان سے اُس کا حال دریافت کیا تو اُس نے کہا ”میں قید میں تھا کہ ایک شخص سرائے میں مقیم ہوا۔ اُس نے میری طرف سے قرض ادا کردیا اور میں رہا ہوگیا اور لطف یہ ہے کہ میں اُس شخص کو جانتا بھی نہیں ہوں کہ کون ہے۔ اور کہاں سے آیا تھا۔ راوی

[1] تاریخ خطیب بغدادی جلد ۱۰ صفحہ ۱۵۹

کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک کی وفات تک کسی پر اس راز کا افشا نہیں ہوا۔"[۵]

تواضع اور مدارات ارباب حوائج کے ماسوا وہ اپنے مہمانوں، دوستوں اور رشتہ داروں کی خاطر مدارات پر بھی بہت کافی خرچ کرتے تھے۔ اسمٰعیل بن عیاش اپنے بعض دوستوں سے نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ مصر سے مکہ تک حضرت عبداللہ بن مبارک کے رفیق سفر ہو گئے تو کل مدت سفر میں حضرت ابن مبارک کا یہ معمول تھا کہ خود روزہ رکھتے تھے۔ لیکن اپنے تمام ساتھیوں کو حلوہ بنا بنا کر کھلاتے تھے۔

ایک دفعہ غالباً کسی غزوہ کے لئے حضرت ابن مبارک بغداد سے مصیصہ کے لئے روانہ ہوئے صوفیا کی ایک جماعت بھی رفیق سفر تھی۔ آپ نے اپنے ملازم کو بلا کر حکم دیا کہ ایک طشت لاؤ۔ طشت آ گیا تو آپ نے اُس کو ایک رومال سے ڈھکوا دیا۔ اور اُس کے بعد اپنے ساتھیوں سے خطاب کر کے فرمایا "تم میں سے ہر شخص اپنا ہاتھ رومال کے نیچے لے جائے اور جو ملے لے لے"۔ ایسا کرنے سے کسی کو دس درہم ملے کسی کو بیس۔ اور کسی کو اس سے کم یا زیادہ مصیصہ پہونچکر آپ نے فرمایا "یہ پردیس ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اب جو کچھ باقی رہ گیا ہو اُسے تقسیم کر دیا جائے۔ اس وقت آپ کی بے تکلفی کا یہ عالم تھا کہ بعض لوگ جنھیں بیس بیس دینار ملے تھے از راہ مذاق کہتے تھے "ابو عبدالرحمٰن! یہ تو بیس درہم ہیں"، آپ جواب میں فرماتے "پرواہ نہ کرو، کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ غازی کے نفقہ میں برکت عطا فرمائے"۔

حسن بن شقیق اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن مبارک مرو سے حج کے لئے روانہ ہونے لگتے تھے تو اُن کے پاس مروی احباب واصحاب جمع ہو کر اُن کے ساتھ چلنے کی خواہش ظاہر کرتے، آپ اُن سے فرماتے "تم لوگ اپنے نفقات میرے پاس جمع کر دو

[۵] خطیب بغدادی جلد ۱۰ صفحہ ۱۵۹

چنانچہ اب آپ اُن سے روپیہ پیسہ لے کر اس کو ایک صندوق میں بند کر دیتے اور اُسکو مقفل کر کے رکھ دیتے۔ اس کے بعد ان اصحاب کو لیکر مرو سے بغداد آتے۔ اور راستہ میں ان پر خوب خرچ کرتے۔ بہترین کھانے کھلاتے اور راحت و آسائش کا عمدہ سے عمدہ سامان فراہم کرتے۔ بغداد سے مدینہ طیبہ کے لئے روانہ ہوتے تو ان لوگوں کے واسطے اچھے اچھے کپڑے بھی سلواتے۔ غرض یہ ہے کہ مرو کی واپسی تک حضرت عبداللہ بن مبارک ان لوگوں پر بڑی فراخ حوصلگی کے ساتھ اپنا روپیہ خرچ کرتے۔ یہاں آکر اپنے تمام حاجی دوستوں کے مکانات پر اس زمانہ کے حجاج کے قاعدہ کے مطابق سفیدی اور دوسرے آرائش و زیبائش کے لوازم کراتے۔ تین دن کے بعد ان سب کی طرف سے ان کے احباب واعزا کی نہایت پُر تکلف دعوت کرتے۔ اور جب ان سب کاموں سے فارغ ہو جاتے تو صندوق کھول کر ہر ایک کی تھیلی جس پر اس کا نام لکھا ہوتا تھا اُس شخص کے سپرد کر دیتے تھے۔ اس طرح وہ اپنے تمام رفقار کے جملہ مصارفِ حج کا خود تکفل کرتے تھے یہاں تک کہ وطن کی واپسی کے وقت ان لوگوں کو اپنے بال بچوں اور متعلقین کے لئے مکہ کے جو تحائف خریدنے ہوتے تھے اُن کی قیمت بھی خود ہی ادا کرتے تھے[۱]"

ان واقعات سے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک کس قدر سیر چشم فیاض، بامروت اور سخی تھے۔ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنے دوستوں کے کس درجہ جاں نثار دوست تھے۔ چنانچہ وہ بسا اوقات یہ شعر پڑھتے تھے۔

واذا صاحبت فاصحب صاحبا ذا حیاء وعفاف وکرم
قائلا للشئ لا ان قلت لا واذا قلت نعم قال نعم[۲]

[۱] یہ واقعات تاریخ خطیب بغدادی جلد ۱۰ صفحہ ۱۵۷، ۱۵۸ سے ماخوذ ہیں۔

[۲] تہذیب الاسماء جلد ۱ صفحہ ۲۸۵

ترجمہ:۔ اگر تم کسی کو دوست بناؤ تو ایسے شخص کو بناؤ جو باحیا ہو اور صاحب عفت و کرم بھی ہو۔ اور جس کا یہ حال ہو کہ تم کسی چیز پر نہیں کہہ دو تو وہ بھی "نہیں" کہدے اور اگر تم "ہاں" کردو تو وہ بھی "ہاں" کہہ اٹھے۔

سلاطین کے سامنے اظہار حق | حضرت عبداللہ بن مبارک اُن بزرگوں میں سے تھے جن کی نظر پر جاہ وجلالِ خداوندی کے تصور سے ہر وقت روشن رہتی ہیں اور اس بنا پر وہ دنیا کے قاہر و جابر بادشاہوں کی دولت و شوکت سے ذرا مرعوب نہیں ہوتے۔ ابراہیم بن نوح موصلی کا بیان ہے کہ ہارون رشید عین ذربتہ آیا تو اس نے حضرت ابن مبارک سے ملاقات کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ میں نے کہا "امیرالمومنین! ابن مبارک خراسانی شخص ہیں۔ مجھ کو ڈر یہ ہے کہ کہیں وہ آپ سے ایسی باتیں نہ کریں جو آپ کو ناگوار گذریں اور جن سے متاثر ہو کر آپ انہیں قتل کرادیں۔ اگر خدانخواستہ ایسا ہوا تو میں اپنے آپ کو بھی ہلاک کردوں گا۔ اور عبداللہ بن مبارک اور امیرالمومنین کی ہلاکت کا بھی سبب بنوں گا۔ ہارون رشید اس وقت تو خاموش ہوگیا چند روز کے بعد اس نے پھر ابن مبارک کو یاد کیا تو میں نے عرض کیا "امیرالمومنین! ابن مبارک سخت مزاج اور بے پڑا آدمی ہیں" ہارون پھر خاموش ہوگیا۔ لیکن اتفاقاً اس واقعہ کے تین دن بعد حضرت ابن مبارک خود ہی تشریف لے آئے۔ ان سے کسی نے پوچھا آپ پہلے تو ہارون کی ملاقات سے اجتناب کرتے تھے، اب آپ کیسے چلے آئے، ؟ فرمایا میں اپنے دل کو موت پر راضی کرنا چاہتا تھا۔ مگر وہ نہیں ہوتا تھا۔ اب جبکہ وہ مرنے پر رضامند ہوگیا تو میں ہارون کے پاس چلا آیا[۱]"

طب | حضرت عبداللہ بن مبارک کے کمالات کا دائرہ اتنا وسیع تھا کہ اس سے طب کا فن تک خارج نہ تھا وہ اسمیں بھی اربابِ فن کا سا کمال رکھتے تھے، ایک مرتبہ وہ حضرت سفیان ثوری

---

[۱] تذکرۃ الحفاظ جلد صفحہ ۲۵۶

کے پاس تشریف لائے تو دیکھا کہ شدتِ کرب سے کراہ رہے ہیں پوچھا، "کیا حال ہے" ؟ انھوں نے اپنا مرض بیان کیا۔ حضرت ابن مبارک نے لوگوں سے اسی وقت پیاز کی ایک گنٹھی منگوائی۔ وہ آگئی تو آپ نے اُس کو پھاڑ کر حضرت ثوری سے کہا کہ اُس کو سونگھئے" انھوں نے تھوڑی دیر اس کو سونگھا تھا کہ ایک چھینک آئی اور اس سے تمام کرب و اضطراب ختم ہو گیا۔ حضرت ثوری بولے "سبحان اللہ آپ فقیہ بھی ہیں اور طبیب بھی"[۱]

تواضع اور انکسار ان خوبیوں کے باوصف تواضع اور فروتنی اس قدر تھی کہ کبھی اپنی تعریف سننی گوارا نہیں کرتے تھے۔ ابو الوہب المروزی کہتے ہیں میں نے عبداللہ بن مبارک سے پوچھا کہ "تکبر کی تعریف کیا ہے؟" فرمایا، "وہ یہ ہے کہ تم لوگوں کو حقیر سمجھو اور اُن سے اس کی توقع کرو کہ وہ تمہیں پسند کریں اس کے بعد فرمایا، "تکبر میں یہ بھی داخل ہے کہ تم اپنی کسی چیز کی نسبت یہ خیال کرو کہ یہ کسی اور کے پاس نہیں ہے"[۲]

شجاعت و مہارتِ جنگ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے حضرت عبداللہ بن مبارک صرف صاحب علم و فضل ہی نہیں تھے بلکہ انھیں فن سپہ گری میں بھی کمال حاصل تھا۔ عبدۃ بن سلیمان المروزی کا بیان ہے "ہم ایک مرتبہ روم کی ایک مہم پر حضرت عبداللہ بن مبارک کے ساتھ گئے وہاں دیکھا کہ فریقین کی صف آرائی کے بعد دشمن کی صف سے ایک بہادر نکلا اور اُس نے للکار کر دعوتِ جنگ دی اُسکے جواب میں ہماری طرف سے بھی ایک بہادر بڑھا جس نے اپنے حریف کو قتل کر دیا اس کے بعد دشمن کی صف سے ایک اور جنگجو سپاہی نکلا۔ اور ہماری فوج کے بہادر نے اس کا بھی کام تمام کر دیا۔ اب ہمارے بہادر نے گرج کر کہا کوئی اور ہے جو مقابلہ کے لئے آئے"۔ کچھ تامل کے بعد دشمن کی صف سے تیسرا جنگ آزما بڑھا۔ تھوڑی دیر تک دونوں میں جنگ ہوتی رہی۔ آخر کار ہماری فوج

[۱] تذکرۃ الحفاظ جلد ا صفحہ ۲۵۶
[۲] تذکرۃ الحفاظ جلد ا صفحہ ۲۵۶

کے اس بہادر نے اس کے بھی اس زور سے نیزہ مارا کہ اس کا لاشہ زمین پر خاک و خون میں تڑپ رہا تھا، راوی کہتا ہے اب ہم سب دوڑ پڑے اور اس شخص کا احاطہ کر لیا۔ اس نے آستین سے اپنا منہ چھپا رکھا تھا میں نے زور سے جھٹکا دے کر آستین منہ پر سے ہٹائی دیکھا کہ ہمارا یہ بہادر عبداللہ بن مبارک تھا۔ مجھ کو دیکھ کر فرمانے لگے "کیوں ابو عمرو! تم بھی اُن لوگوں میں سے ہو جو مجھ پر طعن و تشنیع کرتے ہیں؟"[1]

غایتِ کمال و بزرگی | تمام علمی و عملی کمالات کی جامعیت نے حضرت عبداللہ بن مبارک کی شخصیت کو اس قدر محبوب دہر دلعزیز بنا دیا تھا کہ لوگ اُن سے بے ساختہ محبت کرتے تھے اور ان کی شان میں کوئی کلمہ استخفاف سُن نہیں سکتے تھے۔ اسود بن سالم کہتے ہیں "ابن مبارک امام مقتدیٰ تھے۔ اور سنت میں سب سے زیادہ تثبت رکھتے تھے۔ میں اگر کسی شخص کو اُن پر نکتہ چینی کرتے ہوئے دیکھتا ہوں تو مجھے اس کے اسلام میں شک ہونے لگتا ہے۔"[2]

ابن عیینہ فرماتے ہیں "میں نے صحابہ کرامؓ کے حالات میں غور کیا ہے اور ادھر عبداللہ بن مبارک کے حالات بھی دیکھے ہیں دونوں کے مقابلہ سے میں اس نتیجہ پر پہونچا کہ صحابہ کو حضرت ابن مبارک پر محض اس وجہ سے فضیلت ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف پایا ہے اور آپ کے ساتھ غزوات میں شریک ہوتے رہے ہیں"[3]

امام نسائی کا بیان ہے کہ "میں ابن مبارک کے عہد میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جو مرتبہ کے اعتبار سے اُن سے زیادہ بڑا اور بلند ہو اور جس میں تمام خصائل محمودہ اس جامعیت کے ساتھ پائے جاتے ہوں خلیلی کہتے ہیں "ابن مبارک متفق علیہ امام ہیں ان کی کرامات ناقابل شمار ہیں،

[1] تاریخ خطیب بغدادی جلد ۱۰ صفحہ ۱۶۷۔ [2] خطیب بغدادی جلد ۱۰ صفحہ ۱۶۸

[3] تہذیب التہذیب جلد ۵ صفحہ ۳۸۵

کہا جاتا ہے کہ وہ ابدال میں سے ہیں[1]۔

تلامذہ | حضرت عبداللہ بن مبارک ایسی جامع شخصیت سے کون کسب فیض کرنا نہ چاہتا چنانچہ آپ سے استفادہ کی غرض سے مختلف ولایتوں کے بیشمار لوگ دور دراز سے آتے اور اپنی تشنگی علم بجھاتے تھے[2]۔ ان میں سے بعض بڑے بڑے ائمہ علم و ہدیٰ بھی تھے مثلاً عبدالرحمٰن بن مہدی۔ یحییٰ بن معین۔ ابوبکر بن شیبہ۔ احمد بن حنبل المروزی حبان بن موسیٰ[3]۔

مقولے | آپ کے مقولے نہایت حکیمانہ اور نصیحت آموز ہوتے تھے۔ ایک موقع پر آپ نے فرمایا۔ "لوگ دنیا سے اُٹھے جا رہے ہیں حالانکہ انھوں نے اُس چیز کو نہیں چکھا جو یہاں کی سب سے زیادہ عمدہ اور لطیف چیز ہے" لوگوں نے پوچھا حضرت! وہ کیا؟ "ارشاد ہوا۔ "اللہ کی معرفت"

اُن سے کسی نے پوچھا "تواضع کیا ہے؟" فرمایا "مالداروں کے ساتھ تکبر سے پیش آنا"

ایک دفعہ آپ نے فرمایا۔ "چھ لاکھ درہموں کے صدقہ کرنے سے بہتر یہ ہے کہ میں ایک مشتبہ درہم کو رد کر دوں"

ایک مرتبہ آپ سے دریافت کیا گیا "واقعی انسان کون ہیں؟" فرمایا "علماء" پھر پوچھا گیا "بادشاہ کون ہیں" ارشاد ہوا "ارباب زہد" پھر سوال کیا گیا "کمینے کون ہیں؟" جواب دیا "وہ بدنصیب انسان جو دین کو معاش کا ذریعہ بناتے ہیں"

ایک موقعہ پر ارشاد ہوتا ہے "ہم نے تو علم دنیا کے لئے ہی حاصل کیا تھا لیکن جب اُسے حاصل کر چکے تو علم نے ہم کو بتایا کہ دنیا ترک کر دینی چاہیے"

ایک دفعہ آپ چند ساتھیوں کے ساتھ پانی پینے ایک گھاٹ پر تشریف لے گئے۔ وہاں

---

[1] تہذیب التہذیب جلد ۵ صفحہ ۳۸۷ [2] تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ صفحہ ۲۵۳

[3] تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ صفحہ ۲۵۳

جو لوگ موجود تھے وہ آپ کو پہچانتے نہیں تھے۔ چنانچہ جب آپ پانی پینے کے لئے آگے بڑھے تو اُن لوگوں نے مزاحمت کی اور آپ کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔ حضرت کے ساتھیوں کو ان ناواقفوں کی یہ حرکت سخت ناگوار گذری۔ لیکن آپ نے یہ فرما کر انھیں خاموش کر دیا، "زندگی کا لطف ایسی ہی جگہ پر ہے جہاں ہمیں کوئی نہ جانتا ہو اور جہاں کوئی ہماری توقیر نہ کرتا ہو۔"[1]

وفات وفات بھی اس قدر اچھی ہوئی کہ خدا ہر مسلمان کو نصیب کرے۔ کسی غزوہ میں گئے تھے کہ وہاں سے واپسی پر راستہ ہی میں بیمار ہو گئے۔ عمر وہی پائی جو سید ولد آدم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ یعنی ۶۳ سال کی۔ آخر کار اسی مرض میں ۱۳ر رمضان ۱۸۱ھ ہجری کو علی الصباح ہیت[2] میں انتقال فرمایا[3]۔ مشہور عباسی خلیفہ ہارون کو اطلاع ہوئی تو اُس نے کہا۔ "افسوس علماء کے سردار کا انتقال ہو گیا"[4] حضرت سفیان بن عیینہ بولے "وہ بڑے فقیہ عالم۔ عابد زاہد۔ سخی۔ بہادر اور شاعر تھے" فضیل بن عیاض نے کہا "ابن مبارک چل بسے لیکن اُنھوں نے اپنا مثل کوئی نہیں چھوڑا"[5]

رحمۃ اللہ رحمۃً واسعۃً

---

[1] یہ سب مقولے کتاب صفۃ الصفوۃ جلد ۴ از صفحہ ۱۱۰ تا صفحہ ۱۱۵ سے ماخوذ

[2] یہ شہر دریائے فرات کے لب ساحل واقع اور حدود عراق میں داخل تھا (ابن خلکان جلد ۱ صفحہ ۲۴۸)

[3] تاریخ خطیب بغدادی جلد ۱۰ صفحہ ۱۶۸ [4] بغدادی جلد ۱۰ صفحہ ۱۶۳

[5] تہذیب التہذیب جلد ۵ صفحہ ۳۸۵